خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

١٤٤٨ھ

محرم الحرام
۱۴۴۸ھ

جون
2026ء

- نیا سال، نیا عزم — مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی
- فلسفۂ شہادت حسینؓ — احمد حسن مجدی
- مجالس نفیس
- شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ
- مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ قدس سرہٗ

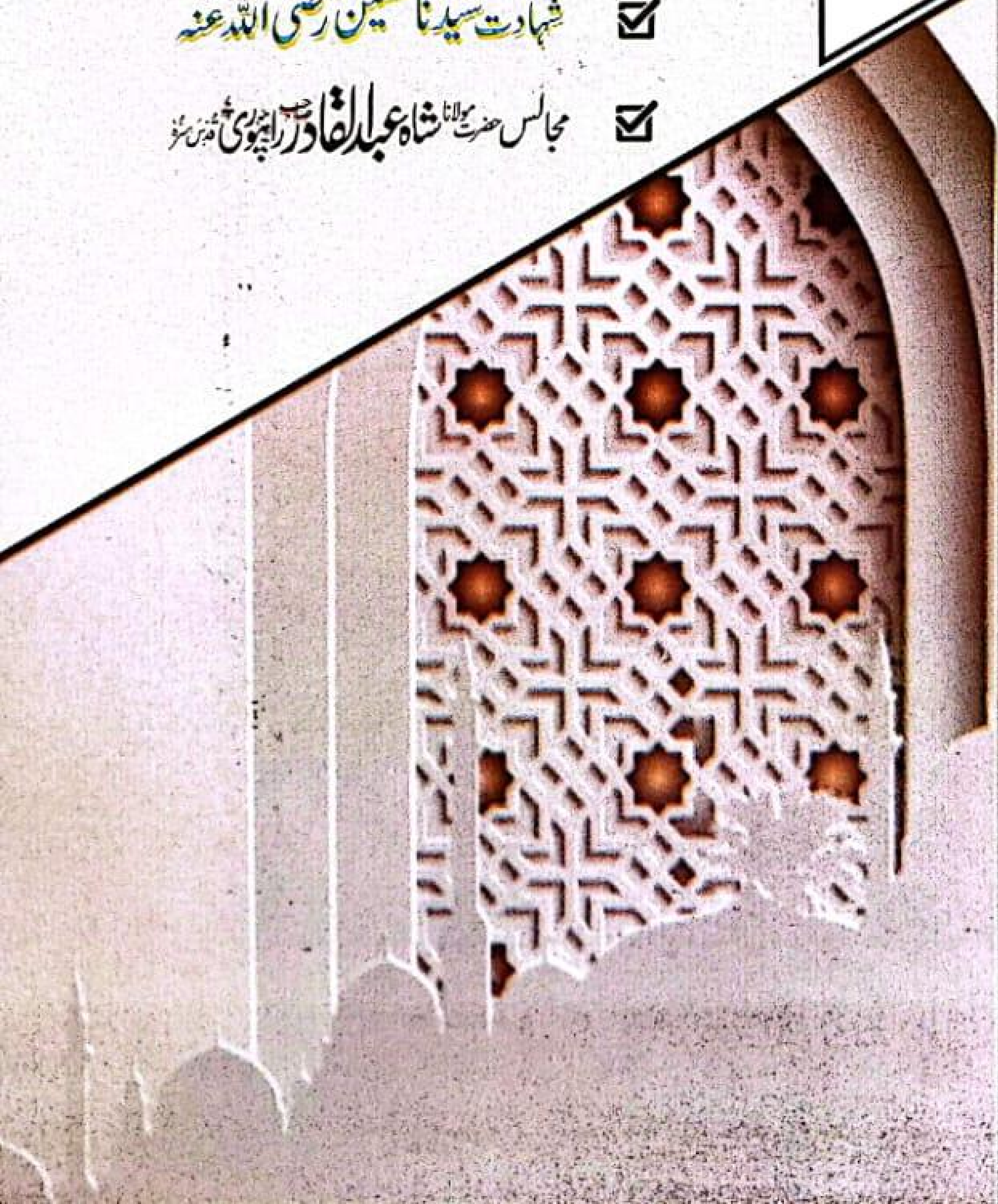

بیاد

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ ملّیہ اسلامیہ فیصل آباد
041-8711569
www.milliafsd.com

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ

ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دُلاروں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گُساروں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدّس کی سیرگاہ
اُن خُوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پہ کیا گزر گئی پھُولوں کو کیا ہُوا
گلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھُلے ہُوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شمرِ لعیں کا ذِکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خُدا کے مرگ شعاروں کی بات کر

(۷۳-۱۳۷۵ھ/ ۵۴-۱۹۵۶ء کے درمیان کہی گئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ملیہ

فیصل آباد پاکستان

محرم الحرام ۱۴۴۸ھ

شمارہ نمبر 1 جلد نمبر 23

بمطابق جون 2026ء

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

مجاہد ملت انیس الرحمٰن الدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب

حضرت مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن الدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ — خلیفہ مجاز سید نفیس الحسینی

فہرست مضامین

* نیا سال، نیا عزم — مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی 2
* فلسفہ شہادت حسینؓ — احمد حسن مجددی 8
* مجالس حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ 10
* شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ 12
* حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت 23
* مجلس نفیس 30
* تاریخ ختم نبوۃ تاریخ کے آئینے میں 33
* خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن 39

مدیر: مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی

مدیر مسئول: مولانا جواد الرحمٰن الدھیانوی

فی شمارہ 80 روپے

پاکستان میں سالانہ 1000 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک ۱۰۰ امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے: ماہنامہ ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان 041-8711569, 0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی ✤ مطبع: ظفر بن فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

نیا سال، نیا عزم

چل مرے خامہ بسم اللہ

حماد الرحمن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد

اسلامی سال یا ہجری سال، محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے، اب چودہ سو اڑتالیس ہجری ہے، ہر نئے سال پر نیا عزم کیا جاتا ہے کہ یہ سال ہمارا پہلے سے بہتر ہوگا، اور ہم وہ غلطیاں نہیں دھرائیں گے جو گذشتہ سال دھرائی تھیں، اور واضح تبدیلی نظر آئے گی، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد وہ ہی نادانیاں، ہمارے اہداف بھی عجیب ہوتے ہیں مختصر لیکن عجیب وغریب، لاکھوں دولت کمانے والے، کاروبار میں ترقی والے، مادی ترقی سے وابستہ، اور دنیا کے امراء کو دیکھ کر ان جیسا بننے والے، اور یہ سب کچھ سوشل میڈیا کی چکا چوند اندھیر نگری میں مزید مہمیز فراہم کرتا ہے جب اسی میں کامیابی اور اسی کا دور دورہ ہو، اور اصل ترقی اور تنزلی معیار ہی نہ رہی، اگر اس پرفتن دور میں جب دین کے ساتھ ہمارا رشتہ کمزور ہو جائے تو پھر اسے کیسے مضبوط کیا جائے، اور مہنگائی کے اس دور میں اللہ رب العزت پر توکل کیسے نصیب ہو، یہ ہے نئے سال سے سیکھنے اور عزم کرنے کا کام،

اُمت کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لینے والے چیلنجوں کے درمیان زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے اور اس کے سالوں میں سے ایک سال اپنا دورانیہ پورا کر کے رخصت ہو گیا ہے۔ اس کے دن بہت گئے اور اس کے خیمے اکھڑ چکے اور اللہ تعالیٰ کا اپنی کائنات میں یہی قانون ہے، دن گزرتے ہیں مہینے پلٹتے ہیں، سال پر سال بیتتے ہیں۔ ”اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔“ (الاحزاب:62)

نیا سال لوگوں پر طلوع ہو رہا ہے، زمین پر ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے، جب وہ طلوع ہوتا ہے

تو لوگوں کی امیدیں اس کا استقبال کرتی ہیں، کتنی چیزیں ایسی ہیں جن کی وہ مشتاق ہوتی ہیں اور وہ ناممکن ہوتی ہیں۔

لیکن اس کے باوجود یہ مناسب نہیں کہ یہ احوال ہمیں مایوسی کے غاروں میں دھکیل دیں اور ہم نامرادی کے اندھیروں میں ڈوب جائیں اس لیے کہ مایوسی سے تاریک اندھیروں کی تہیں اور مضبوط ہو جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ الواحد العلام اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے، فرمایا، ''اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔'' (یوسف:87) اور فرمایا، ''اللہ کی رحمت سے میں مایوس کیوں ہونے لگا؟ اس سے مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔'' (الحجر:56)

جب دلوں میں مایوسی جگہ بنالے وسیع اور فراخ سینے اس کی وجہ سے تنگ ہو جائیں اللہ نامطلوب احوال مستقل ڈیرے ڈال لیں اور مصائب پے در پے آتے چلے جائیں، سوایسے حالات میں مایوسی کی ایسی کیفیت، میں تیرے لیے مدد آتی ہے اور دعائیں قبول کرنے والا اپنے لطف و کرم سے احسان فرماتا ہے''۔

اگر گزرا ہوا دن واپس نہیں آیا تو کیا ہوا ہمارے سامنے ایسا دن ہے جس سے ہم دنیا کو روشن اور حمد سے معمور کر دیں گے، رات کے راستے ہمارے لئے شبہ اور خط ملط ہو جاتے ہیں، تاہم فجر کے وقت تر و تازہ نسیم کے جھونکے ہمیں تر و تازہ کر دیتے ہیں۔ امید اور نیک شگونی سے عزیمت کی روح پھوٹتی ہے۔ خود اعتمادی انگڑائی لیتی اور آگے بڑھنے کے ولولے بیدار ہوتے ہیں اور یہی شریعت ربانی کا نور اور رسولِ ہدایت حضرت محمدؐ کی سیرت طیبہ سے حاصل ہونے والی نورانی فوت ہے۔

آپؐ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ مصائب و آلام کے شدید اندھیروں میں نیک شگونی کی ڈھال سے مستفید ہونے کا عملی نمونہ ہے۔ چنانچہ آپؐ اپنے رفقاء کو بشارت دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ دین پھیلتے ہوئے وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات اور دن ہیں۔ کوئی گھر مٹی سے بنا ہو یا اون سے، اللہ تعالیٰ اس میں دین داخل کرے گا، کوئی عزت پائے گا اور کوئی ذلیل ہو گا۔ عزت ایسی کہ اس کے ذریعے اللہ اسلام کی عزت دوبالا کرے گا اور ذلت ایسی کہ اللہ کفر کو ذلیل کر دے گا۔

وہ نبی کریمؐ ہمارے درمیان اس وقت مبعوث ہوئے جبکہ رسولوں کی بعثت میں وقفہ آ گیا تھا اور مایوسی کی فضا تھی اور زمین میں بتوں کی پرستش ہو رہی تھی تو وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر اور ہمیں دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائے۔ ہم اس پر اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ دُکھوں کی اندھیری راتوں، ظلمت اور ظلم سے معمور فضا میں جہاں راستہ سجھائی نہ دیتا تھا، اہل ایمان کے گروہ فتح و نصرت کی ابتدائی شعاؤں کی طرف لپکے اور روشنیوں کے پھوٹنے اور غم کی رات چھٹنے کی خوشخبریاں حقیقت بن گئیں اور ہماری موجودہ حالت بھی اس بارے میں سچی خبر اور پختہ ترین دلیل ہے۔

کتنی ہی کمزور قومیں ہیں جنھوں نے زوال کے بعد عروج پایا۔ بے نام ہونے کے بعد پھر سے نامور ہو کر اٹھیں۔ خوشخبریاں آ رہی ہیں کہ ان کے گرد گھیرا تنگ ہو چکا اور یہ خبری کس قدر اچھی ہیں، ''یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لئے ہیں) اور سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے۔'' (ص:55)

چنانچہ ایک محقق فرماتے ہیں، نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہو گیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائے گی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے؛ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا؛ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''حَاسِبُوا أَنفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا''۔ (ترمذی ۴/ ۲۴۷ ابواب الزہد، بیروت) ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔

اس لیے ہم سب کو ایمان داری سے اپنا اپنا مؤاخذہ اور محاسبہ کرنا چاہیے اور ملی ہوئی مہلت کا فائدہ اٹھانا چاہیے؛ اس سے پہلے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے۔ اسی کو اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں ایک خاص انداز سے ارشاد فرمایا ہے: ''وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ، وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ''۔ (سورہ منافقون، آیت/ ۱۰، ۱۱) ترجمہ: اور جو کچھ ہم نے تمھیں دے رکھا ہے، اس میں سے (ہماری راہ میں) اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم میں سے کسی کو

موت آجائے تو وہ کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤ؟ ں۔ اور جب کسی کا وقت مقرر آجاتا ہے پھر اسے اللہ تعالی ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالی اچھی طرح باخبر ہے۔

آگے کا لائحہ عمل

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا ہوگا کہ کیا ہماری کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ دور نہ سہی تو کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟

انسان غلطی کا پتلا ہے اس سے غلطیاں تو ہوں گی ہی، کسی غلطی کا ارتکاب تو برا ہے ہی اس سے بھی زیادہ برا یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور اسی کا ارتکاب کیا جاتا رہے۔

یہ منصوبہ بندی دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ''۔ (مشکاۃ المصابیح ۲/۱۴۴ کتاب الرقاق)

ترجمہ: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) اپنی مالداری کو فقر وفاقے سے پہلے (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے اعمال پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفٰى''۔ (سورہ نجم، آیت/ ۳۹، ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی، اور بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔

وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بل کہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے لیے نیا سال وقتی لذت یا خوشی کا وقت نہیں؛ بل کہ گزرتے ہوئے وقت کی قدر کرتے ہوئے آنے والے لمحاتِ زندگی کا صحیح استعمال کرنے کے عزم وارادے کا موقع ہے اور از سر نو عزائم کو بلند کرنے اور حوصلوں کو پروان چڑھانے کا وقت ہے۔

ساتھ ساتھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ایک اہم امر کی طرف بھی متوجہ کر دیا جائے کہ مسلمانوں کا نیا سال جنوری سے نہیں؛ بل کہ محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے جو ہو چکا ہے اور ہم میں سے اکثروں کو اس کا علم بھی نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قمری اور ہجری سال کی حفاظت کریں اور اپنے امور اسی تاریخ سے انجام دیں؛ اس لیے کہ ہماری تاریخ یہی ہے؛ چونکہ ہر قوم اپنی تاریخ کو کسی خاص واقعے سے مقرر کرتی ہے؛ اس لیے مسلمانوں نے اپنی تاریخ کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضی کے مشورے سے واقعہ ہجرت سے مقرر کیا۔

ہمیں ہجری سن دوسرے مروجہ سنین سے بہت سی باتوں میں منفرد نظر آتا ہے ہجری سال کی ابتدا چاند سے کی گئی اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا؛ تا کہ چاند کو دیکھ کر ہر علاقے کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا جنگلوں میں، شہروں میں بستے ہوں یا دیہاتوں میں؛ نیز دور دراز جزیروں میں رہنے والے حضرات بھی چاند دیکھ کر اپنے معاملات بہ آسانی طے کر سکیں اور انھیں کسی طرح کی کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ نہ اس میں کسی کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے اور نہ کسی مادی سبب کی احتیاج ہے۔

اسلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت مساوات ہے اور ایک خصوصیت ہمہ گیری بھی ہے، اسلام نے ان خصوصیات کی حصانت وحمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں نہ آیا کریں۔ ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان کے روزوں پر غور کرو کہ اگر اسلام میں شمسی مہینہ مقرر فرما دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے تنگی وسختی میں پڑ جاتے۔ پس اسلام کی مساواتِ جہاں گیری کا مقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: و الشمس و القمر حُسبانا۔ حُسبانا بالضم مصدر ہے جو حساب کرنے اور شمار کرنے کے معنی میں آتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و ماہتاب کے طلوع وغروب اور ان کی رفتار کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے جس کے ذریعے انسان سالوں، مہینوں، دنوں اور گھنٹوں کا؛ بل کہ منٹوں اور سکنڈوں کا حساب بآسانی لگا سکتا ہے یہ اللہ جل شانہٗ ہی کی قدرتِ قاہرہ کا عمل ہے کہ ان عظیم الشان نورانی کروں اور ان کی حرکات کو ایسے مستحکم اور مضبوط انداز سے رکھا کہ ہزاروں سال گذر جانے پر بھی ان میں کبھی ایک منٹ یا ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا،

یہ دونوں نور کے کرے اپنے اپنے دائرے میں ایک معین رفتار کے ساتھ چل رہے ہیں: ''لا الشمس ینبغی لها أن تدرك القمر ولا اللیل سابق النهار'' ہزاروں سال میں بھی ان کی رفتار میں ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آتا، قرآن کریم کے اس ارشاد نے اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ سالوں اور مہینوں کا حساب شمسی بھی ہوسکتا ہے اور قمری بھی دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں یہ دوسری بات ہے کہ عام ان پڑھ دنیا کی سہولت اور ان کو حساب کتاب کی الجھن سے بچانے کے لیے اسلامی احکام میں قمری سن وسال استعمال کیے گیے اور چوں کہ اسلامی تاریخ اور اسلامی احکام سب کا مدار قمری حساب پر ہے؛ اس لیے امت پر فرض ہے کہ وہ اس حساب کو باقی رکھے۔

دوسرے حسابات شمسی وغیرہ اگر کسی ضرورت سے اختیار کیے جائیں تو کوئی گناہ نہیں؛ لیکن قمری حساب کو بالکل نظرانداز اور محو کردینا گناہ عظیم ہے جس سے انسان کو یہ بھی خبر نہ رہے کہ رمضان کب آیگا اور ذی الحجہ اور محرم کب۔ (معارف القرآن ۳/۴۰۴،۳۰۴)

نیز حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: چونکہ احکام شریعت کا مدار حساب قمری پر ہے؛ اس لیے اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالے جس سے حسابِ قمری ضائع ہوجائے تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے؛ لیکن سنتِ سلف کے خلاف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بہ وجہ اس کے فرضِ کفایہ ہونے کے لابد افضل و احسن ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی اس تاریخ قمری کو یکسر فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غیروں کی مشابہت سے بچائے اور آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور فلسفہ شہادت

محمد احمد حسن مجددی

تاریخِ اسلام میں ایسے بے شمار شہداء گذرے ہیں، یقیناً جن کے جسموں سے گرنے والے خون کے ہر قطرے نے دینِ اسلام کو فروغ بخشا ہے، جن کے جسموں پر لگنے والے ہر زخم نے اسلام کو حیاتِ سرمدی سے بہرور کیا ہے، وہ عظیم جانثاران جنہوں نے اپنے جسموں پر تیروں کی بارشوں کو برداشت کیا، جنہوں نے اپنے اعضاء وجوارح اپنے سامنے کٹتے ہوئے دیکھا اور بالآخر جامِ شہادت نوش کر گئے، لیکن کبھی اسلام کے پرچم کو جھکنے نہیں دیا، کبھی اسلام کی عظمت پر ایک حرف بھی آنے نہیں دیا، جن کے دم قدم سے اسلام روز افزوں پھلتا پھولتا ہوا ہم تک پہنچا۔

بلاشبہ کتبِ تاریخ ایسے دلیروں، بہادروں، جیالوں اور مردِ مجاہدوں کے ایمان افروز واقعات سے لبریز ہیں، کسی کاتب کے قلم میں اتنی وسعت کہاں، کسی مصنف کی کتاب میں وہ حرارت کہاں جو ان ہستیوں کے کلیدانہ، دلیرانہ اور شجاعانہ کردار کا احاطہ کر سکے۔ جب بھی ہمارے سامنے شہادت کا تذکرہ ہوتا ہے یا تاریخِ اسلام کے سرفروشوں کے واقعات سنتے ہیں تو سب سے پہلے ہمارا ذہن وفکر جس ہستی اور یکتائے زمانہ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے، وہ ذاتِ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جگر گوشہ بتولؓ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہے، تاریخِ اسلام میں شہادتیں تو بہت سے جانثاروں نے پیش کیں، بہت سے جان فداؤں نے اپنے خونِ جگر سے دینِ اسلام کی کھیتی کو سیراب کیا لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے نمایاں اور نرالہ ہے اور آپ کی شہادت تمام شہادتوں میں افضل واعلیٰ ہے۔

۶۱ ہجری کو میدانِ کربلا میں جو دردناک سانحہ پیش آیا، پوری اسلامی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ چشمِ فلک نے شہادت کے بے شمار واقعات کو دیکھا ہوگا، اس روئے زمین نے اپنی پشت پر نہ جانے کتنے شہیدوں کے مبارک جسموں کے بوجھ کو برداشت کیا ہوگا لیکن شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ دیکھ کر چشم فلک سے بھی آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا، زمین اہلِ بیت کے خون کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اپنے وجود پر نادم وپشیمان تھی، آہ! وہ میدان کربلا! آہ! وہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ۔

وہ کیسا معرکہ تھا جس میں ایک طرف بائیس ہزار کا مسلح لشکر جرار جو ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آ رہا ہے تو دوسری طرف وہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "الحسین منی و انا من الحسین" فرمایا (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک کندھوں پر بٹھایا، جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی جوانوں کے سردار ہونے کی بشارت دی، وہ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان اور رفقاء کے ساتھ میدانِ کارزار میں اپنے نانا جان کے امتیوں کی تن تنہا قیادت فرما رہے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ جوش و جذبہ، یہ شجاعت و بہادری اور اتنی بڑی فوج کے سامنے اپنے ایمان پر ثابت و مستحکم رہنا ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے اور ہم میں سے ہر ایک یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر کیا وجہ تھی جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک بلند پہاڑ کی طرح ڈٹے رہنے پر آمادہ کیا، وہ کیا چیز تھی جس نے آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بھی جنبش نہیں آنے دی، تو ایک جواب ذہن میں ابھر کر آتا ہے کہ وہ "جذبۂ شہادت" تھا جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلم و جفا کی تیز آندھی میں بھی جمائے رکھا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے کا جوش و جذبہ تھا جو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چھ ماہ کی شیر خوار بچے تک کو رضائے الٰہی کے لیے نذر کر دیا اور اپنے اہل و عیال کی فکر نہ کرتے ہوئے بالآخر خود بھی شہادت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے لیکن آپ نے باطل کی بیعت کو ہرگز گوارا نہ کیا، آپ نے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیا لیکن یزید سے صلح نہ کیا، گویا کہ آپؓ قیامت تک کے لیے اپنے نانا جان کے امتیوں کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ دنیا میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ آئیں، برداشت کر لینا۔ دشواریاں تمہارے راستے کی دیوار بن جائیں صبر کا دامن مت چھوڑنا۔ جب دینِ اسلام کی بات آ جائے، جب ناموس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آ جائے تو اپنے مدِ مقابل کی طاقت و قوت کو مت دیکھنا، اپنے سامنے کی مسلح افواج کو مت دیکھنا، اقتدار کی کرسی پر کون ہے؟ اس کی فکر ہرگز مت کرنا، بلکہ جب ایسا نازک مرحلہ آ جائے تو سمجھ لینا کہ اب شہادت تمہارا مقدر بن چکی ہے، اپنی جان و مال اور اولاد ہر چیز کو اللہ کے نام پر قربان کر دینا، ہنس کر شہادت کو گلے لگا لینا، لیکن کبھی بھی باطل سے سمجھوتا مت کرنا اور سمجھ لینا کہ اسلام کو تمہارے خون کی ضرورت ہے، لہٰذا دینِ اسلام کو اپنے خون جگر سے سیراب کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے غلاموں میں جگہ نصیب فرمائے اور پوری مسلم امت کو جذبہ حسین رضی اللہ عنہ سے سرشار فرمائے۔ آمین

مجالس
سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ

حضرت اقدس نے ایک روز دین محمد (پولیس مین) کا حال خود سنایا جوان باتوں کی قسم سے تھا اور ایسی ہی باتیں ہوتی رہیں مگر آخر میں حضرت والاؒ نے کچھ مذہب کی سیاسی روح کے متعلق فرمایا کہ وہ بھی تبلیغ ہے، دین کا کام ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مدنی کی تبلیغ ہی اصل تبلیغ ہے جو اس سے پہلے دور میں ہوئی اور بزرگوں کو بھی بڑا سمجھتا ہوں خصوصاً حضرت شیخ کو بھی مگر حضرت شیخ جو ہیں وہ مایوس بے حد ہیں، میں خود بھی مایوس ہوں مگر میرا خیال ہے کہ مایوسی کے بجائے جو ہوگا اس کی فکر میں نہ پڑیں اور جو کرتے رہیں اور یہی میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضرت اقدسؒ نے فرمایا: ایک بات میرے جی میں ہے کہ پہلے مدرسے بنے تھے حکومت سے عدم تعاون پر، اب وہ عدم کی پالیسی انگریزی دور کے بعد ختم کر کے ایسے مدرسے بنائے جائیں جن میں وہ تمام چیزیں ہوں جو حکومت کے مقرر کردہ نصاب تعلیم میں ہیں اور یہ ایڈ ملے یا نہ ملے مگر مدرسہ سے منظور شدہ ہوں اور وہاں صاحب سیرت مدرسین کو رکھ کر جو اس تعلیم کو اچھے طریقے پر دیں اور تربیت بھی طلباء کی اپنی سیرت کے بل پر کریں، تو یہ کام بہت اچھا ہے اور امید ہے کہ نتیجہ اچھا نکلنے میں دینداری کے کچھ قائم رہنے کی صورت ہو سکتی ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے عرض کیا کہ اب نتائج کیلئے لمبی اور براہ راست قسم کی سکیم کا وقت نہیں، حضرت کا خیال ہے کہ آئندہ انقلاب دس سال تک اپنا سکہ جمالے گا اور میں اس میں پانچ سال کا خیال رکھتا ہوں، اب تو مسلمانوں کو کوئی ایسا خیال دینے کی ضرورت ہے جو ہر شخص کو کھانا دینے اور معاشرتی اور سماجی مساوات قائم کرنے والا ہو۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ اس کی تفصیل بنا کر بتاؤ اور جہاں تک اسلام اجازت دیتا ہے، اس کے مطابق اس میں گنجائش رکھو جیسا کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مجھے مکہ معظمہ میں ایک چارورق رسالہ دیا تھا جو ایک ایسی انجمن بنانے کو کہا تھا جس کے ممبر اپنی جائیداد انجمن کے نام وقف کر دیں اور تقریباً سب مسلمان اس کے ممبر بن جائیں مگر وہ رسالہ میرے پاس سے ایک بنگالی نے لے لیا اور وہ

لے گیا، میں نے اپنے دوستوں کو اور تم کو دکھانے کے خیال سے وہ لیا تھا کسی کو دکھا نہ سکا۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے عرض کیا، وہ شخص مجھے بنگال میں ملا تھا مگر باوجود کہنے کے وہ رسالہ یا اس کی نقل اس نے نہ دی مگر اب دورا نجمن سے آگے بڑھ چکا ہے۔ حضرت نے فرمایا: یہ کام اب ان حضرات (مولانا سید علی میاںؒ اور مولانا نعمانی ؒ صاحبان) کے کرنے کا ہے۔ مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے بیان کیا کہ میں اپنی ہی بات کہتا ہوں اور بھی شاید زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ میرے خیال میں ہندوستان بھر میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے پیچھے ہم اس طرح لگ جائیں کہ اس کی ہر بات مانیں۔ ہر بڑے بزرگ جو اس وقت ملک میں ہیں، ان کی وہ باتیں جو دل کو لگ جائیں وہ تو مان سکتا ہوں، باقی نہیں اور آج کل ہر شخص کو میری طرح اپنی رائے پر جماؤ سا ہے۔ میں نے بھی اس گفتگو میں صرف اتنا دخل دیا کہ حضرت مدرسوں والی تو ہو سکتی ہے اور لازمی تعلیم جیسی ہو بھی جا رہی ہے نہ ہو گی۔ مخصوص عمر کے بعد ایسے حالات پیش آئیں گے کہ لوگ ہمارے نئے قسم کے مدرسوں میں آسکیں گے مگر یہ دوسری بات بڑی اہم ہے۔

آج حضرت اقدس نے شروع کے طرز بیان میں بزرگوں کے قصوں میں جہاد اور تونسہ شریف کے بزرگوں کے حالات بیان فرمائے کہ حضرت اقدس کی زبان مبارک میں غیر معمولی طور کا جھٹکا سا محسوس ہوا اور آنکھوں، زبان اور چہرے پر رقت کے آثار محسوس ہوئے کہ آج تک ہم لوگوں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ پھر مجمع برخاست ہو گیا۔

میں اختصار کے پیش نظر وہ حالات سب چھوڑ گیا جس میں حضرت بہاولنگریؒ کی وفات سے کچھ پہلے خط میں پھلوں کی بھلی لاج لکھا اور پھر وفات کے وقت حضرت خواجہ مہارویؒ کی والدہ کو دیکھ کر خواجہ صاحب کی عزت کرنے والے درویش کا جس نے حضرت خواجہ صاحبؒ (مہاروی) کے بچپن میں اپنی داڑھی آپ کے ننھے ننھے ہاتھوں میں رکھ کر کہا کہ اس کی لاج رکھیں اور پھر ایک مولوی کا ان کی مجلس میں سماع میں جا کر قتل کے ارادہ سے جانا اور عاشق ہو جانا اور آخر میں خلافت پانا کا ذکر تھا، اس مقام پر اس حکایت میں حضرت اقدس کو لازمی رقت ہوئی کہ آپ کی زبان مبارک میں خاص جھٹکا، آنکھوں میں نمی اور چہرے پر افسردگی اور زردی وغیرہ ہوئی کہ ہم نے کبھی بھی اس سے پہلے نہ دیکھی تھی۔

جنت کے سردار حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵رشعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروز عالم ہوئے اور ۱۰رمحرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کی تحنیک فرمائی یعنی کھجور چبا کر اس کا رس ان کے منہ میں ڈالا اور کان میں اذان دی اور ان کیلئے دعا فرمائی اور حسینؓ نام رکھا اور ساتویں روز عقیقہ کیا۔ آپ بچپن ہی سے شجاع و دلیر تھے۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کے بارہ میں فرمایا:

''حسینؓ مجھ سے ہے اور مَیں حسینؓ سے ہوں یا اللہ! جو حسین کو محبوب رکھے تو اسے محبوب رکھ۔''

ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلیٰ، ابن عساکر ائمہ حدیث نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ نوجوان اہل جنت کے سردار کو دیکھے وہ حسینؓ بن علیؓ کو دیکھ لے۔''

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے، یعنی حسینؓ۔ حسینؓ آئے اور آپ کی گود میں گر پڑے اور آپ کی داڑھی مبارک میں انگلیاں ڈالنے لگے۔ آپ ﷺ نے حسینؓ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا: ''یا اللہ! مَیں حسین سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت کریں اور اس شخص سے بھی جو حسینؓ سے محبت کرے۔''

ایک روز ابن عمرؓ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ حضرت حسینؓ سامنے سے آ رہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہل آسمان کے نزدیک سارے اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حسینؓ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان و مال پیش کرنے والے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کیلئے کسی کی حاجت پوری کرنا مَیں اپنے ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر سمجھتا ہوں۔

حضرت حسینؓ کی زرّیں نصیحت

فرمایا کہ لوگ اپنی حاجات تمہارے پاس لائیں تو ان سے ملول نہ ہو کہ کیونکہ ان کے حوائج تمہاری طرف یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اگر تم ان سے ملول و پریشان ہو گئے تو یہ نعمت مبدل بہ قہر ہو جائے گی۔ (یعنی تمہیں لوگوں کا محتاج کر دیا جائے گا کہ تم ان کے دروازوں پر جاؤ)

حضرت حسینؓ ایک روز حرم مکہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے:

"یا اللہ! آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مجھے شکر گزار نہ پایا، میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا مگر اس پر بھی آپ نے اپنی نعمت مجھ سے سلب کی اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا۔ یا اللہ! کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے۔"

حضرت حسینؓ اپنے والد ماجد حضرت علیؓ کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے اور ان کے ساتھ جہاد میں شریک رہے اور ان کی صحبت میں رہے۔ یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اس کے بعد اپنے بھائی حضرت حسنؓ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ امارت چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تو آپ بھی ان کے ساتھ مدینہ میں آ گئے اور جب تک بیعت یزید کا فتنہ شروع نہیں ہوا مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

حضرت حسینؓ کے ساتھ کربلا میں آپ کے اہل بیت کے تینتیس حضرات شہید ہوئے۔ (اسعاف الراغبین)

حق وفا ہم ادا کر چلے

کربلا کے مقام پر پیش آنے والے واقعہ کے دوران ایک رات حضرت حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا: "خدا کی حمد ستائش کرتا ہوں، رنج و راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار، الٰہی! تیرا شکر! تو نے ہمارے گھرانے کو نبوت سے مشرف کیا، قرآن کا فہم عطا کیا، دین میں سمجھ بخشی اور ہمیں دیکھنے سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز فرمایا:

اما بعد لوگو! میں نہیں جانتا، آج روئے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر لوگ موجود ہیں یا میرے اہل بیت سے زیادہ ہمدرد و غمگسار اہل بیت کسی کے ساتھ ہیں اے لوگو! تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے! میں سمجھتا ہوں کہ کل میرا ان کا فیصلہ ہو جائے گا، غور فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی کے ساتھ نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑ و اور تاریکی

میں ادھر ادھر چلے جاؤ میں خوشی سے تمہیں رخصت کرتا ہوں، میری طرف سے کوئی شکایت نہ ہوگی، یہ لو گ صرف مجھے چاہتے ہیں، میری جان پا کر تم سے غافل ہو جائیں گے۔''

یہ سن کر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بے چین ہوئے، حضرت عباس بن علیؑ گویا ہوئے: ''یہ کیوں؟ کیا اس لیے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے'' حضرت حسینؓ نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے تم چلے جاؤ، میں نے تمہیں اجازت دی۔'' حضرت کا یہ فرمان سن کر وہ کہنے لگے۔

''لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ تم اپنے شیخ، سردار اور عم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے، ہم نے ان کے ساتھ نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ چلایا نہ تلوار گھمائی نہیں واللہ! یہ ہرگز نہیں ہوگا، ہم تو آپ پر اپنی جان و مال، آل اولاد سب کچھ قربان کر دیں گے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے جو آپ پر گزرے گی وہی ہم پر گزرے گی آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ رکھے'' آپ کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے بن عولجہ اسدی نے کہا: ''کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔

حالانکہ اب تک آپ کا حق ادا نہیں کر سکے ہیں، واللہ ہرگز نہیں، میں اپنا سینہ ان دشمنوں کے نزہ میں توڑ دوں گا جب تک قبضہ میں ہاتھ رہے گا تلوار چلاتا رہوں گا، نہتا ہو جاؤں گ تو پتھر پھینکوں گا، یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے''۔

سعد بن عبد الحنفی نے کہا: ''واللہ! ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا حق محفوظ رکھا،

واللہ! اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا جلایا جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا، پھر میری خاک ہو میں اڑا دی جائے گی اور ایک مرتبہ نہیں ستر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا پھر میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ کی حمایت میں فنا ہو جاؤں''۔

زہیر بن القین نے کہا: ''بخدا! اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا خوش نصیب! اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپ کے اہل بیت کے ان نونہالوں کی جانیں بچ جائیں''۔

(شہید اعظم اور اسوۂ حسین، ص:۲۸ بحوالہ تاریخ الطبری، ج:۳، ص:۳۱۵)

زبانِ رسالت سے شہادت حسینؓ کی پیشین گوئی

عبداللہ بن نجیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صفین روانگی کے وقت حضرت علیؓ کے ساتھ تھے جب حضرت علیؓ ''مقام نینویٰ'' کے قریب پہنچے تو حضرت علیؓ نے پکار کر کہا، ''اے عبداللہ صبر کرنا، اے ابوعبداللہ دریائے فرات کے کنارے صبر کرنا'' (ابوعبداللہ حضرت حسینؓ کی کنیت ہے) جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو حضرت علیؓ نے فرمایا، ''ایک روز میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں اشکبار کیوں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ''ابھی ابھی جبرائیل میرے پاس سے گئے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ حسینؓ کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا، میں نے جبرائیلؑ سے کہ کہ ''کیا آپ مجھے اس کی مٹی سونگھا سکتے ہیں؟'' انہوں نے کہا، ''جی ہاں'' پھر اپنے ہاتھ کو لمبا کیا اور مٹی لا کر مجھے دے دی، پس میں صبر نہ کر سکا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے''۔ (راوہ احمد فی مسندہ کما قال عبدالواحد الخیاری فی الامام الحسینؓ، ص: ۴۳)

دل کا جو حال ہے لفظوں میں بیان کیسے ہو | سانس لینا مجھے مشکل ہے فغاں کیسے ہو

حضرت حسینؓ کا صبر واستقامت

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے تھے میں بیٹھا تھا اور میری تیمارداری کر رہی تھیں، اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو دیکھا اس وقت خیمہ میں ابوذر غفاریؓ کے غلام خولی تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے:

یا دھر اُف لك من خلیل | کم لك بالا شراق والا صیل

من صاحب او طالب قتیل | والدھر لا یقنع بالبدیل

وانما الامر الی جلیل | وکل حی سالك سبیل

''اے زمانے تیرا برا ہو تو کیسا بے وفا دوست ہے! صبح اور شام تیرے ہاتھوں کتنے مارے جاتے ہیں؟ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا کسی سے عوض قبول نہیں کرتا اور سارا معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے۔''

تین چار مرتبہ آپ نے یہی شعر دہرائے میرا دل بھر آیا، آنکھیں ڈبڈبا گئیں، مگر میں نے آنسو روک لیے، میں سمجھ گیا کہ مصیبت ٹلنے والی نہیں، میری پھوپھی نے یہ شعر سنے تو وہ بے قابو ہو گئیں، بے

اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور فریاد کرنے لگیں۔ حضرت حسینؓ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا، ''اے بہن یہ کیا حال ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطان کی بے صبریاں ہمارے ایمان و استقامت پر غالب آجائیں،۔انہوں نے روتے ہوئے کہا،'' کیوں کر اس حالت پر صبر کیا جاسکے کہ آپ اپنے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟'' آپ نے کہا ''مشیت کا ایسا ہی فیصلہ ہے'' اس پر ان کی بے قراریاں اور بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہوگئیں یہ حالت دیکھ کر آپ نے ایک طولانی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی، آپ نے کہا:''بہن خدا سے ڈر، خدا کی تعریف سے تسلی حاصل کر، موت دنیا میں ہر زندگی کے لیے ہے، آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے، ہر چیز فنا ہونے والی ہے، پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں؟ دیکھ ہمارے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ ہے، یہ نمونہ ہمیں کیا سکھلاتا ہے، ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور توکل و رضا کی تعلیم دیتا ہے چاہئے کسی خالل میں بھی اس سے منحرف نہ ہوں''۔ (تاریخ الطبری، ج:۳،ص:۱۷۷)

وہ لوگ بھی ہیں جو ساحل پر طوفان سے سہمے بیٹھے ہیں
کچھ ایسے شناور بھی ہیں جنہیں ہر موج میں ساحل ملتا ہے

حضرت حسینؓ کا دشمنوں سے خطاب

واقعہ کربلا میں جب دشمن قریب آگیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی، سوار ہوئے، قرآن سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا:''لوگو! میری بات سنو، جلدی نہ کرو مجھے نصیحت کرنے دو، اپنا عذر بیان کرنے دو، اپنی آمد کی وجہ کہنے دو، اگر میرا عذر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لیے خوش نصیبی کا باعث ہوگا اور تم میری مخالفت سے باز آجاؤ گے، لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو اور انصاف کرنے سے انکار کر دو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں ہے تم اور تمہارے سارے ساتھی ایکا کر لو مجھ پر ٹوٹ پڑو مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے''۔

آپ کے اہل بیت نے یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہوگئیں اور خیمہ سے آہ بکاء کی صدا بلند ہوئی آپ نے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا تاکہ انہیں خاموش کرائیں اور کہا،'' ابھی انہیں بہت رونا باقی ہے'' پھر بے اختیار پکار اٹھے،'' خدا ابن عباس کی عمر دراز کرے'' یعنی حضرت

عبداللہ بن عباسؓ کی، راوی کہتا ہے،"یہ جملہ اس لیے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا مگر آپ نے اس پر توجہ نہ کی تھی اب ان کا جزع وفزع دیکھا تو عبداللہ بن عباسؓ کی بات یاد آ گئی، پھر آپ نے از سرِ نو تقریر شروع کی:۔

"لوگو! میرا حسب ونسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، خوب غور کرو کیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا، اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں، کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے کیا ذوالجناحین حضرت جعفر الطیار میرے چچا نہیں تھے، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے سید اشباب اہل الجنۃ؟ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے لے کر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتلاؤ کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے پوچھو ابوسعد خدریؓ سے پوچھو سہیل بن سعد ساعدی سے پوچھو، زید بن ارقمؓ سے پوچھو انس بن مالکؓ سے پوچھو وہ تمہیں بتائے گا کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ! اس روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں، میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں، کیا تم مجھے اس لیے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا کیا قصور ہے؟"

(تاریخ الطبری، ج:۳،ص:۳۱۹، لکامل، ج:۳،ص:۴۱۹)

تلخ نوائی مری اس چمن میں گوارا کر زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

حضرت حسینؓ کی دعا

واقعہ کربلاء کے موقع پر دشمن کا لشکر آگے بڑھتا دیکھ کر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے:"

الٰہی ہر مصیبت میں تجھ پر میرا بھروسہ ہے! ہر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے! کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا، تدبیر نے جواب دیا، دوست نے بے وفائی کی، دشمن نے خوشیاں منائیں مگر میں نے

صرف تجھی سے التجاء کی اور تو نے ہی میری دستگیری کی، تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے تو ہی احسان والا ہے، آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے"۔

(سیر اعلام النبلاء، ج:۳ص:۳۰۱،تاریخ الطبری، ج:۳ص:۳۱۸، الکامل، ج۳ص:۴۱۸)

پنہاں ہجوم یاس کے پردے میں آس ہے
محسوس ہو رہا ہے ہوئی دل کے پاس ہے

قاتلان حسینؓ کا عبرتناک انجام

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب راسحر کند

جس وقت حضرت حسینؓ پیاس سے مجبور ہو کر دریائے فرات پر پہنچے اور پانی پینا چاہتے تھے کہ کم بخت حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا اس وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ بددعا نکلی کہ:

"یا اللہ! رسول اللہ کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے مَیں اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں۔ یا اللہ! ان کو چن چن کر قتل کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے فرما دے، ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔"

اول تو ایسے مظلوم کی بددعا پھر سبط رسول اللہ ﷺ اس کی قبولیت میں کیا شبہ تھا؟ دعا قبول ہوئی اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بری طرح مارے گئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا یا مسخ ہو گیا۔ یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کیلئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔

قاتل حسینؓ اندھا ہو گیا

سبط ابن جوزیؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسینؓ کے قتل میں شریک تھا وہ دفعتاً نابینا ہو گیا تو لوگوں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ ﷺ کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر

کسی کو قتل کیا جاتا ہے اور اس پر قاتلان حسینؓ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا اور خون حسینؓ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگادی، صبح اُٹھا تو اندھا تھا۔(اسعاف)

منہ کالا ہوگیا

نیز ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت حسینؓ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا، اس کے بعد اسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تارکول کی طرح ہوگیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے تمہیں کیا ہوا؟

اس نے کہا جس روز سے مَیں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اسی حالت میں چند روز کے بعد وہ مر گیا۔

آگ میں جل گیا

نیز ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی۔ مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی۔

اس شخص نے کہا بالکل غلط ہے مَیں خود ان کے قتل میں شریک تھا میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ یہ شخص مجلس سے اُٹھ کر گھر گیا، جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ مَیں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا

جس شخص نے حضرت حسینؓ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کردی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی، پانی کتنا ہی پیا جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

ہلاکت یزید

شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خون

شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔

اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی، دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام قاتلان حسینؓ کی عبرتناک ہلاکت

قاتلان حسینؓ پر طرح طرح کی آفات ارضی وسماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی واقعہ شہادت سے پانچ ہی سال بعد ۶۶ھ میں مختار نے قاتلان حسینؓ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہو گئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہو گیا۔ اس نے اعلان عام کر دیا کہ قاتلان حسین کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے اور قاتلان حسینؓ کی تفتیش وتلاش پر پوری قوت خرچ کی۔ ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک روز میں دو سو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے جو قتل حسینؓ میں شریک تھے۔ اس کے بعد لوگوں کی تلاشی وگرفتاری شروع ہوئی۔

عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا۔ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا، جس کو ذبح کر دیا گیا۔ شمر ذی الجوشن جو حضرت حسینؓ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک کا محاصرہ کر لیا گیا، انہوں نے رحم کی درخواست کی، مختار نے کہا: ظالمو! تم نے سبط رسول پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کیا جائے؟ سب کو قتل کیا گیا اور مالک بن بشیر نے حضرت حسینؓ کی ٹوپی اُٹھائی تھی اس کے دونوں ہاتھ دونوں پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا گیا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عثمان بن خالد اور بشیر بن شمیط نے مسلم بن عقیل کے قتل میں اعانت کی تھی ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔ عمر بن سعد جو حضرت حسینؓ کے مقابلے پر لشکر کی کمان کر رہا تھا کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا اور مختار نے اس کے لڑکے حفص کو پہلے سے اپنے دربار میں بٹھا رکھا۔ جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفص سے کہا کہ تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے؟ اس نے کہا ہاں اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں۔ اس کو بھی قتل کر دیا گیا اور مختار نے کہا کہ عمر بن سعد کا قتل تو حسینؓ کے بدلہ میں ہے اور حفص کا قتل علی بن حسینؓ کے بدلہ میں اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی۔ اگر میں تین

چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کردوں تو حضرت حسینؓ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا۔

حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسینؓ کے تیر مارا تھا اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، اسی میں وہ ہلاک ہوا۔ زید بن رفاد نے حضرت حسینؓ کے بھتیجے مسلم بن عقیلؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے تیر مارا۔ اس نے ہاتھ سے اپنی پیشانی چھپائی، تیر پیشانی پر لگا اور ہاتھ پیشانی پر بندھ گیا۔ اول اس پر تیر اور پتھر برسائے گئے پھر زندہ جلا دیا گیا۔

سلام بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا کوفہ سے بھاگ گیا۔ اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

مرقع عبرت

عبدالملک بن عمیر لیثی کا بیان ہے کہ مَیں نے کوفہ کے قصر امارت حضرت حسینؓ کا سر مبارک عبداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا۔ پھر اسی قصر میں عبداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار کے سامنے دیکھا، پھر اسی قصر میں مختار کا سر کٹا ہوا معصب بن زبیر کے سامنے دیکھا۔ مَیں نے یہ واقعہ عبدالملک سے ذکر کیا تو اس قصر کو منحوس سمجھ کر یہاں سے منتقل ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوہریرہؓ کو شاید اس فتنے کا علم ہو گیا تھا اس لیے وہ آخر عمر میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ: ''یا اللہ! مَیں آپ سے پناہ مانگتا ہوں ساٹھویں سال اور نوعمروں کی امارت سے۔''

ہجرت کر کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نوعمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔

نتائج و عبرتیں

واقعہ شہادت میں ظلم و جور کے طوفان دیکھے۔ ظالموں اور ناخدا ترس لوگوں کا بڑھتا ہوا اقتدار نظر آیا۔ دیکھنے والوں نے یہ محسوس کیا کہ ظلم و جور اور فسق اور فجور ہی کامیاب ہے مگر آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہ سب طلسم تھا۔ جو آنکھ جھپکنے میں ختم ہو گیا اور دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ظلم و جور کو فلاح نہیں۔ ظالم، مظلوم سے زیادہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

پنداشت ستم گر کہ جفا بر ما کرد   بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

اور یہ کہ جن مظلوموں کو فنا کرنا چاہا تھا وہ درحقیقت آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہے اور صدیاں گذر گئیں کروڑوں انسان ان کے نام پر مرتے ہیں

اوران کے نقش قدم کی پیروی کو پیغام حیات سمجھتے ہیں۔

اسوۂ حسینی

حب اہل بیت اطہار جز وایمان ہیں۔ ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں۔ حضرت حسینؓ اوران کے رفقاء کی مظلومانہ اور درد انگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج وغم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں۔ لیکن ان کی سچی اور حقیقی محبت وعظمت اوران کے مصائب سے حقیقی تائثر یہ نہیں کہ سارے سال خوش وخرم پھریں، کبھی ان کا خیال بھی نہ آئے اور صرف عشرۂ محرم میں واقعہ شہادت سن کر رولیں یا ماتم برپا کرلیں یا بغیر یہ داری کا کھیل تماشہ بنائیں۔ سارے سال گرمی کی شدت کے زمانہ میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے اور محرم کی پہلی تاریخ کو اگر چہ سردی پڑ رہی ہو، کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ ہو شہدائے کربلا کے نام کی سبیل کا ڈھونگ رچایا جائے۔ بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کیلئے انہوں نے یہ قربانی پیش کی ان کے اخلاق واعمال کی پیروی کو سعادت دنیا وآخرت سمجھیں۔

حضرت حسینؓ نے کس مقصد کیلئے قربانی پیش کی

حضرت حسینؓ نے ایک خط اہل بصرہ کے نام لکھا تھا جس کے چند جملے یہ ہیں:

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جارہی ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفیذ کیلئے کوشش کرو۔" (کامل ابن اثیر ص ۹ ج ۴)

کوئی ہے جو جگر گوشہ رسول ﷺ مظلوم کربلا شہید جور وجفا کی اس پکار کو سنے اوران کے مشن کوان کے نقش قدم پر انجام دینے کیلئے تیار ہو۔ ان کے اخلاق حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یااللہ! ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت اطہار کی محبت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرما آمین۔ (شہید کربلا)

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

مولانا شبلی نعمانی

مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا، جس کی کنیت ابولولوتھی ، اس نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہؓ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے، آپ کم کرادیجئے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی، اس نے کہا کہ روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''تو کونسا پیشہ کرتا ہے، بولا کہ ''نجاری (نقاشی) آہنگری'' فرمایا کہ ''ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت نہیں ہے'' فیروز دل میں سخت ناراض ہوکر چلا گیا۔

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں، جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے، اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کے لیے بڑھے اور جوں ہی نماز شروع کی۔ فیروز نے دفعتاً گھات میں سے نکل کر چھ وار کیے جن میں ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے بسمل پڑے تھے، فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن بالآخر پکڑ لیا گیا اور ساتھ ہی اس نے خود کشی کرلی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے، سب سے پہلے انہوں نے پوچھا کہ ''میرا قاتل کون تھا'' لوگوں نے کہا، فیروز۔ فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا تھا۔'' لوگوں کو خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں غالباً شفا ہو جائے۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا، اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئی۔ اس وقت لوگوں کو

یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ''اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جائیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ ''عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔'' عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے، لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کہ کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا، وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ کرام بار بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملہ پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

مدت کے غور و فکر پر بھی ان کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی، بارہا ان کے منہ سے بیساختہ آہ نکل گئی کہ ''افسوس اس بار گراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا۔'' تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سب میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے۔ اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے ان کی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ وفات کے وقت جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چھ شخصوں میں جس کی نسبت کثرت رائے ہو، وہ خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قوم اور ملک کی بہبودی کا جو خیال تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری کی، اسی دھن میں مصروف رہے، لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو۔ اس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے۔ مہاجرین، انصار۔ اعراب وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ اہل ذمہ (یعنی عیسائی، یہودی، پارسی جو اسلام کے رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی۔ چنانچہ اہل ذمہ کے حق میں جو الفاظ کہے وہ یہ تھے "میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار ہے، وہ پورا کیا جائے، ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مجھ پر کس قدر قرض ہے۔ معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم فرمایا کہ میرے متروکہ سے ادا ہو سکے تو بہتر، ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا، اور اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے لیکن قریش کے علاوہ اوروں کو تکلیف نہ دینا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ لیکن عمر بن شبہ نے کتاب المدینہ میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ نافع جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قرض کیونکر رہ سکتا تھا حالانکہ ان کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ میں بیچا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر پر چھیاسی ہزار کا قرض تھا لیکن وہ اس طرح ادا کیا گیا کہ ان کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خریدا۔ یہ مکان باب السلام اور باب الرحمت کے بیچ میں واقع تھا اور اس مناسبت سے کہ اس سے قرض ادا کیا گیا، ایک مدت تک دار القضا کے نام سے مشہور رہا۔ چنانچہ خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زخمی ہونے کے تین دن بعد انتقال کیا اور محرم الحرام کی پہلی تاریخ ہفتے کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا اور وہ آفتاب عالم تاب خاک

میں چھپ گیا۔

حلیہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا کہ رنگ گندم گوں، قد نہایت لمبا یہاں تک کہ سینکڑوں، ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو ان کا قد سب سے لمبا تھا، رخسارے کم گوشت، گھنی داڑھی، مونچھیں بڑی بڑی، سر کے بال سامنے سے اڑ گئے تھے۔

اولیاتِ عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر صیغہ میں جو جو نئی باتیں ایجاد کیں، ان کو مؤرخین نے یکجا لکھا ہے اور ان کو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ ہم ان کے حالات کو انہیں اولیات کی تفصیل پر ختم کرتے ہیں:

(۱) بیت المال کا قیام، (۲) عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے، (۳) تاریخ اور سنہ قائم کیا جو آج تک جاری ہے، (۴) فوجی دفتر ترتیب دیا، (۵) دفتر مال قائم کیا، (۶) پیمائش جاری کی، (۷) مردم شماری کرائی، (۸) نہریں کھدوائیں، (۹) شہر آباد کرائے جیسے کوفہ، بصرہ، موصل وغیرہ، (۱۰) مفتوحہ ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا، (۱۱) دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا اور محصل مقرر کیے، (۱۲) حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی، (۱۳) جیل خانہ قائم کیا، (۱۴) درہ کا استعمال کیا، (۱۵) راتوں کو گشت کر کے رعایا کے دریافت حال کا طریقہ نکالا، (۱۶) پولیس کا محکمہ قائم کیا، (۱۷) جا بجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، (۱۸) گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور متجنس کی تمیز قائم کی جو اس وقت تک عرب میں نہ تھی، (۱۹) پرچہ نویس مقرر کیے، (۲۰) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لیے مکانات بنوائے، (۲۱) راہ پر پڑے ہوئے بچوں کی پرورش اور پرداخت کے لیے روزینے مقرر کیے، (۲۲) مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرائے، (۲۳) مکاتب قائم کیے، (۲۴) معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کیے، (۲۵) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اصرار کے ساتھ قرآن مجید کی ترتیب پر آمادہ کیا اور اپنے اہتمام سے اس کام کو پورا کیا، (۲۶) قیاس کا اصول قائم کیا، (۲۷) فرائض میں عدل کا مسئلہ ایجاد کیا، (۲۸) فجر کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کا اضافہ کیا، چنانچہ مؤطا امام مالک میں اس کی تفصیل مذکور ہے، (۲۹)

نماز تراویح جماعت سے قائم کی، (۳۰) تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں، طلاق بائن قرار دیا، (۳۱) تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی، (۳۲) شراب کی حد کے لیے اسی (۸۰) کوڑے مقرر کیے، (۳۳) بنوتغلب کے عیسائیوں پر بجائے جزیہ کے زکوٰۃ مقرر کی، (۳۴) وقف کا طریقہ ایجاد کیا، (۳۵) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر تمام لوگوں کا اجماع کرادیا، (۳۶) مساجد میں وعظ کا طریقہ قائم کیا اور ان کی اجازت سے تمیم داریؓ نے وعظ کہا اور یہ اسلام مین پہلا وعظ تھا، (۳۷) اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، (۳۸) مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا، (۳۹) ہجو کہنے پر تعزیر کی سزا قائم کی، (۴۰) غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا حالانکہ یہ طریقہ عرب میں مدتوں سے جاری تھا، ان کے سوا اور بہت سی ان کی اولیات ہیں جن طوالت کے خوف سے قلم انداز کیا جاتا ہے۔

ذاتی حالات:

(۱)...... قوتِ تقریر:

مختلف وقتوں میں جو خطبے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیئے، وہ آج بھی موجود ہیں، ان سے ان کے زورِ تقریر اور برجستگی کلام کا اندازہ ہوسکتا ہے، مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ جو خطبہ دیا، اس کے ابتدائی فقرے یہ تھے ”اے الٰہی! میں سخت ہوں مجھ کو نرم کر، میں کمزور ہوں مجھ کو قوت دے، (قوم سے خطاب کرکے) ہاں! عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دی گئی ہے لیکن میں ان کو راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔

(۲)...... قوتِ تحریر:

قوتِ تقریر کے ساتھ ”تحریر“ میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ ان کے فرامین، خطوط، دستور العمل، توقیعات، ہر قسم کی تحریریں آج موجود ہیں جو جس مضمون پر ہے، اس باب میں بے نظیر اور بے مثل ہے، بعض تحریریں ملاحظہ فرمائیے:

”ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے نام۔ **اما بعد فان القوۃ فی العمل ان لاتوخروا عمل الیوم لغد فانکم اذا فعلتم ذلک تدارکت علیکم الاعمال فلم تدارو ابھا تاخذون فاصنعتم“**

(۳)...... مذاقِ شاعری:

شعر و شاعری کی نسبت اگر چہ ان کی شہرت عام طور پر کم ہے، اس میں شبہ نہیں کہ شعر بہت کم کہتے تھے، لیکن شعر و شاعری کا مذاق ایسا عمدہ رکھتے تھے کہ ان کی تاریخی زندگی میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ عرب کے اکثر مشہور شعراء کا کلام کثرت سے یاد تھا اور تمام شعراء کے کلام پر ان کی خاص خاص رائیں تھیں۔ اہل ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ ان کے زمانے میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص شعر کا پرکھنے والا نہ تھا۔ علامہ ابن رشیق القیروانی ''کتاب العمدہ'' میں لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے۔'' مشہور ادیب جاحظ نے ''کتاب البیان والتبیین'' میں لکھا ہے ''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر شعر پرکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔

(۴)...... علم الانساب:

علم الانساب یعنی قبائل کا نام و نسب یاد رکھنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خانہ زاد علم تھا، یعنی کئی پشتوں سے چلا آتا تھا۔ ان کے باپ خطاب مشہور نساب تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس فن کی معلومات کے متعلق اکثر ان کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ خطاب کے باپ نفیل بھی اس فن میں شہرت رکھتے تھے،۔

(۵)...... زبانوں سے واقفیت:

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی، روایت سے ثابت ہے کہ اس وقت تک توریت کا ترجمہ عربی زبان میں نہیں ہوا تھا، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جب توریت کا کچھ کام پڑتا تھا تو عبرانی نسخہ کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا تھا اور چونکہ مسلمان عبرانی نہیں جانتے تھے، اس لیے یہود پڑھ کر سناتے اور عربی میں ترجمہ کرتے جاتے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے جاتے تھے۔'' مسند دارمی میں روایت ہے کہ ''ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت کا ایک نسخہ آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا، وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت ﷺ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عبرانی زبان اس قدر سیکھ گئے تھے کہ توریت کو خود پڑھ سکتے تھے۔

(٦)...... صائب الرائے ہونا:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے کہ میرا اس معاملے کی نسبت یہ خیال ہے۔ تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا جو ان کا گمان ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ اصابت رائے کی کیا دلیل ہوگی کہ ان کی بہت سی رائیں (احکام) مثلاً اسیران بدر کا معاملہ، ازواج مطہراتؓ کا پردہ اور منافقوں پر حضور اکرم ﷺ کا نماز جنازہ وغیرہ میں بن گئیں اور آج تک قائم ہیں۔

(٧)...... علمی ذوق:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں اکثر علمی مسائل پر گفتگو ہوا کرتی، ایک دن صحابہ بدر (وہ صحابہ جو جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے) مجلس میں جمع تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع صحابہ کرامؓ کی طرف خطاب کر کے کہا ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا اللہ نے حکم دیا کہ جب فتح حاصل ہو تو اللہ کا شکر بجالائیں، بعض دوسرے خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا ''اس سے آنحضرت ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تم نے کہا یہی میرا بھی خیال ہے۔

(٨)...... سادگی: درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے تاج پر سادگی کا طرہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے، ان کی زندگی کی تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ روم وشام پر فوجیں بھیج رہے ہیں، قیصر وکسریٰ کے سفیروں سے معاملہ پیش ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے باز پرس ہے مگر دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتا ہے، سر پر پھٹا سا عمامہ ہے، پاؤں میں پھٹی جوتیاں ہیں، پھر اس حالت میں یا تو کندھے پر مشک لیے جا رہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی نہیں ہے یا مسجد کے گوشے میں فرش خاک پر لیٹے ہیں، اس لیے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آ گئی ہے۔ بارہا مکہ سے مدینہ تک سفر کیا لیکن خیمہ یا شامیانہ کبھی ساتھ نہیں رہا جہاں ٹھہرے، کسی درخت پر چادر ڈال دی اور اسی کے سایہ میں آرام کیا۔

اللہ رب العزت ہمیں صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

گوشۂ نفیس

مجلس حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہ

پڑھنے کے بعد پڑھانا ضروری ہے

حضرت نے ایک طالب علم کو مخاطب کر کے فرمایا: پڑھنے کے بعد لکھنے پڑھنے کا کام کرنا، کوئی دکان نہ کھولنا، اگر تجارت کرنی بھی ہو، اس طرح کرنا کہ تدریس نہ چھوٹنے پائے، دیکھو! امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی تاجر تھے؛ لیکن خود پڑھنے پڑھانے کا کام کرتے تھے اور کاروبار کیلئے آدمی رکھے ہوئے تھے، پڑھنے والے پر اللہ کی طرف سے ذمہ داری ہے کہ وہ آگے پڑھائے۔

انگلینڈ میں دھوپ کی اہمیت

انگلینڈ سے آئے ہوئے احباب سے حضرت نے دھوپ میں بیٹھنے کیلئے فرمایا، ایک صاحب نے دریافت کیا حضرت سنا ہے، انگلینڈ میں جس دن دھوپ نکلے، اس دن کو وہ عید کی طرح مناتے ہیں۔ حضرت نے انگلینڈ سے آئے ہوئے ساتھیوں سے پوچھا: کیوں بھائی ایسے ہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا، جی حضرت! اس دن لوگ سیر و تفریح کے لیے نکلتے ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت! غالباً اسی لیے انہوں نے چھٹی والے دن کا نام سن ڈے (Sunday) رکھا ہے یعنی دھوپ والا دن۔ حضرت نے فرمایا: سن ڈے تو رکھا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس دن سورج بھی نکلا ہو۔

زیتون اور کلونجی

ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت! سنا ہے زیتون کے بہت فوائد ہیں۔ حضرت نے فرمایا: ہاں! بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ اسے کھاؤ بھی اور ملو بھی۔ پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمادیا وہ پتھر پر لکیر ہے، کلونجی کے متعلق فرمادیا ہے، اسی طرح شہد کے متعلق اور سرکہ کے استعمال کے متعلق فرمایا ہے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غریبوں کے دستر خوان سجا دیے ہیں۔

ذکر کی برکات وثمرات

فرمایا: ذکر کثرت سے کرنا چاہیے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا﴾

حضرت گنگوہیؒ کی خانقاہ میں دن کو درس حدیث ہوتا اور رات کو ذکر اللہ کی آوازیں گونجتیں، ہمارے بزرگوں نے ذکر کو زائد کام نہیں سمجھا بلکہ یہ قرآن وحدیث میں معاون ہے، اس کے کرنے سے علوم کھلتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ کو ذکر کا بہت ہی ذوق تھا، آخر عمر میں تو انہوں نے بہت سارے لوگوں کو ڈانٹا بھی، ان سے پوچھا، کتنا ذکر کرتے ہو؟ انہوں نے بتایا تو فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اتنا تھوڑا۔

فرمایا: اپنے بزرگوں کے طریقے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ پہلے ذکر وفکر میں لگاتے تھے، ہر چیز کے آثار ہوتے ہیں، ذکر جو ہے یہ **تبتل** پیدا کرتا ہے، ذکر کرنے سے برکات پیدا ہوتی ہیں پھر جو کام بھی کرے، اس میں برکت ہوتی ہے، تبلیغ میں مولانا الیاسؒ کے ذکر کی برکات آئیں، اسی طرح حضرت تھانویؒ کی تصنیف وتالیف اور وعظ ونصیحت وتذکیر میں ان کے ذکر کی برکات آئیں۔

فرمایا: صوفیاء کرام نے لکھا ہے کہ جو آدمی سلوک کا راستہ اختیار کرتا ہے، وہ کسی چیز کے ساتھ مخصوص ہوجاتا ہے مثلاً سلوک کا راستہ مولانا الیاسؒ نے اختیار کیا تو ان پر تبلیغ کا راستہ کھول دیا گیا۔ حضرت تھانویؒ نے سلوک کا راستہ اختیار کیا تو ان پر وعظ وتذکیر اور تصنیف وتالیف کا راستہ کھل گیا۔ اسی طرح حضرت سہارنپوریؒ نے سلوک کا راستہ اختیار کیا تو ان پر درس حدیث کا راستہ کھل گیا اور انہوں نے "بذل المجہود" لکھ دی۔ یہی راستہ حضرت شیخ الہندؒ نے اختیار کیا تو اللہ نے ان کو جہاد پر لگا دیا۔ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے اختیار کیا تو ان کی تصانیف میں اللہ نے جو برکت ڈالی وہ تو آپ کو معلوم ہے۔

طبائع کا اختلاف

فرمایا: مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ پر قرآن کی نسبت غالب تھی اور مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ پر ذکر اور قرآن دونوں کی نسبت غالب تھی، ذکر کی بڑی برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام﴾

ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت! میری طبیعت تلاوتِ قرآن کی طرف زیادہ چلتی ہے، جو ذکر آپ نے بتایا ہے اس کی طرف نہیں چلتی۔

حضرت نے فرمایا: مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ کا فرمان ہے کہ ذکر تین طرح کے ہوتے ہیں: تلاوت، نماز، ذکر۔ فرمایا: بہت خوش قسمتی کی بات ہے، آپ کثرت سے تلاوت کیا کریں۔

فرمایا: طبائع مختلف ہوتی ہیں، کسی کی طبیعت ذکر کی طرف زیادہ چلتی ہے اور کسی کی طبیعت تلاوت کی طرف۔ جس طرف طبیعت کا میلان ہو، اسے یہی کرنا چاہیے؛ لیکن کسی دوسرے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے کہ فلاں ذکر کیوں نہیں کرتا۔

ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت! میرا اپنے بچے کو حفظ کروانے کا ارادہ ہے۔ حضرت نے فرمایا: بہت اچھی بات ہے لیکن اس کو ٹی وی (TV) سے بچانا، یہ بڑی نحوست کی چیز ہے، ایک جگہ میں دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں کہ اس میں قرآن بھی ہو اور گند بلا بھی ہو۔

اکابر کے تذکرے

کھانے کے بعد پیر سید مہر علی شاہ صاحبؒ کا تذکرہ ہوا، حضرت نے فرمایا: پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بڑے جید عالم اور صوفی تھے، انہیں ہمارے اکابر سے بڑی عقیدت تھی، ہمارے اکابر بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان کا تذکرہ بڑے اونچے الفاظ میں کرتے تھے۔ ایک دفعہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے شیخ عبدالقادر رائے پوریؒ کے ہاں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ مَیں نے دو آنکھیں دیکھی ہیں، مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی آنکھ کا شفاف ہونا اور پیر سید مہر علی شاہ صاحب کی آنکھ کی مستی کہیں نہیں دیکھی۔ حضرت نے فرمایا: مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ کی آنکھ جو تھی جیسے بلور ہوتا ہے، بڑی روشن آنکھ تھی۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تذکرہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ شیخ الہندؒ نے ان کو "امام الہند" کا خطاب دیا تھا اور ان کے حضرت علیؓ پر لکھے ہوئے دو مضمون ایسے ہیں کہ وہ کئی کتابوں پر بھاری ہیں، مولانا آزاد کا ایک ہی لڑکا ہوا اس کا نام انہوں نے "حسین" رکھا تھا۔

فرمایا: تفسیر کے چھاپنے کا یہ طرز کہ پہلے قرآن کی عبارت پھر نیچے اس کا ترجمہ پھر اس کے بعد اس کی تشریح، یہ ہندوستان میں سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے شروع کیا، بعد میں مولانا مودودیؒ نے اسے اپنایا، پھر معارف القرآن اسی طرز پر شائع ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر **سب سے پہلا فتوائے تکفیر** تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینہ میں

قومی اسمبلی پاکستان ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ

پر بحث کی مصدقہ رپورٹ — قسط 84

(عام آدمی اور مدعی نبوت دونوں کی بدزبانی میں کیا فرق ہے؟)

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، اس قسم کے الفاظ۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف ایک معمولی انسان، گناہ گار انسان، دوسری طرف ایک نبی اور ایسا نبی جس کے ابھی میں آپ کو تفصیل سے بتاؤں، جس کے بارے میں کیا کیا لکھا جا چکا ہے، وہ وہی زبان استعمال کر رہے ہیں۔ بعض جگہ اس سے بھی سخت زبان استعمال کر رہے ہیں...... مرزا صاحب! میں بڑی Responsibility سے بات کر رہا ہوں۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، آپ بات کریں، ابھی نہیں، میں بول رہا۔

جناب یحییٰ بختیار: ......اگر غزنویوں نے بری گالیاں دیں، ان کو جواب دے دیں، تو میں سمجھ سکتا ہوں۔ یہاں بعض الفاظ جو ہیں مولوی سعد اللہ کے بارے میں کہ ''بدکار عورت کا بیٹا۔ بدگو۔ خبیث۔ منحوس۔ لعین۔ شیطان۔'' میں نے ان کو دیکھا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے بھی مرزا صاحب کے متعلق بہت سی جگہ ایسے الفاظ استعمال کیے ہوں مگر جہاں آپ نے پڑھ کے سنائے ان کی طرف سے، تو ان سے مجھے یہ بات ظاہر نہیں ہوئی۔

مرزا ناصر احمد: یہ سعد اللہ کی گالیوں کا حوالہ کہاں ہے؟ وہاں تو نہیں تھے یہ سارے۔

جناب یحییٰ بختیار: میں نے آپ کو سنائے تھے۔ جناب! آخر میں آپ نے Admit کر لیا تھا۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں، ''ابن بغی'' کہا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں مجھے، میں نے کہا کہ جو مرزا صاحب نے ان کے بارے......

مرزا ناصر احمد: ہاں، ''ابن بغی'' کہا۔

جناب یحییٰ بختیار: یہاں جو یہ لکھا ہوا ہے ''اور آپ نے Admit کیا'' اگر آپ کہتے ہیں کہ نہیں......

مرزا ناصر احمد: نہیں ''انجام آتھم'' میں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی، صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲۔ آپ نے کہا کہ یہ لفظ جو ہیں ناں ''بدکار عورت کا بیٹا'' نہیں کہا۔ اس کا مطلب ہے ''ابن بغی''......

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں......

جناب یحییٰ بختیار: باقی باتوں کی طرف میں ابھی آ رہا ہوں۔

مرزا ناصر احمد: ''ذریۃ البغایہ'' اور ''ابن البغی'' کے متعلق......

جناب یحییٰ بختیار: ہاں نہیں، وہ میں تو......

مرزا ناصر احمد: ''لغت'' کے متعلق یہ تین باتیں ہوئی ہیں......

جناب یحییٰ بختیار: باقی، ''بدگو، خبیث، منحوس......''

مرزا ناصر احمد: اور یہ کہاں ہیں؟

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ دیکھ لیجئے۔ میں نے تو آپ کو حوالہ دیا ہے اور میرے خیال میں آپ نے Admit کر کے جواب دیا ہے۔

مرزا ناصر احمد: نہ، نہ۔

جناب یحییٰ بختیار: پھر آپ دیکھ لیں ان کو۔ مرزا ناصر احمد: ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ''بدگو، خبیث، مفسد، آرائندہ است، منحوس، ونام او جاہلاں سعد اللہ نہادہ اند'' ...... یہ آ جاتا ہے، جی......

مرزا ناصر احمد: کل آپ نے ''انجام آتھم'' ۲۸۲ کا......

جناب یحییٰ بختیار: ۲۸۱، ۲۸۲، دوسرے پر آگے آ جاتا ہے۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، اس میں یہ ہے: ''اس[1]......

جناب یحییٰ بختیار: نہیں جی، وہ ٹھیک ہے۔ اس سے پہلے میں نے ۲۸۱، ۲۸۲ دونوں صفحے بتائے آپ کو جو میں نے یہاں نوٹ کئے ہیں اور دوسرے جو ہیں ناں، آپ اسے دیکھ لیں۔ ۲۸۱ پر ہیں۔ مل گیا آپ کو؟ جہاں لکھا ہوا ہے: ''وہ خبیث......''

مرزا ناصر احمد: جی، یہ ہیں الفاظ۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی، میں یہ عرض کر رہا تھا...... مرزا ناصر احمد: جی......

(نبی کی سخت زبان، عام انسان کی طرح؟)

جناب یحییٰ بختیار: ...... کہ بہت ہی سخت زبان استعمال کی گئی ہے اور سوال جو تھا وہ صرف یہ تھا کہ:

من بدگنم وتو بدمکافات دہی بس فرق میانے من وتو چیست بگو

ایک آدمی کہتا ہے ''میں نبی ہوں۔'' ایک عام انسان ہے اور نبی بھی وہی زبان استعمال کرتا ہے۔ اس سے زیادہ سخت وہ زبان استعمال کرے تو پھر اس پر ذرا سوال آتا ہے کہ کیا Status (مقام) نبی کا ہوتا ہے کہ ایسی زبان استعمال کرے؟

مرزا ناصر احمد: یہ تو پہلے انبیاء کی تاریخ ہمیں بتائے گی کہ ان کا Status (مقام) یہ ہوتا ہے کہ نہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، خیر وہ تو آپ کے مطابق......

[1] ابھی تھوڑا پہلے اس حوالہ کا انکار، اب اقرار، مرزا قادیانی کا حوالہ مرزا ناصر احمد کے حلق میں مچھلی کے کانٹے کی طرح پھنس کر اس کو تگنی کا ناچ نچوا رہا ہے یا توے پر رقص کروا رہا ہے؟ قادیانی خود فیصلہ کریں۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں۔ پہلے انبیاء کی، ان کی کتب سے[1]......

جناب یحییٰ بختیار: کہ یہ نبیوں کے لئے جائز ہے کہ ایسی زبان استعمال کریں آپ؟

مرزا ناصر احمد: نبیوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ گالی دیں لیکن نبیوں کے لئے ایک سرجن کے نشتر کی طرح استعمال کرنے کی نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے ان کے لئے لیکن ایک غنڈہ بازار میں چاقو استعمال کرتا ہے تو وہ قاتل اور مفسد بن جاتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں آدھا سینہ چیر دیتا ہے۔ Lungs سارا نکال کے باہر پھینک دیتا ہے سرجن۔ تو جو بات، جو کلمہ سچا ہو، جو ہے مثلاً مجسٹریٹ ہے، وہ چور کو چور کہتا ہے، گالی نہیں ہے[2] لیکن کوئی اور دوسرے کو چور کہے، گالی بن جاتی ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: یعنی جو مرزا صاحب گالی دیں وہ صحیح ہے، وہ حقیقت ہے؟

مرزا ناصر احمد: نہیں، میں نے یہ نہیں کہا۔ میں نے یہ نہیں کہا۔ میں نے کہا کہ انبیاء کی تاریخ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جن کے اذکار، جن کی باتیں قرآن کریم نے بھی بیان کی ہیں اور ان کی کتب جس شکل میں بھی ہیں، موجود ہیں کہ ان کو سخت الفاظ...... جو سخت نظر آتے ہیں دوسروں کو...... وہ استعمال کرنے پڑتے ہیں اور وہ گالی نہیں ہوتی، حقیقت حال ہوتی ہے۔

757 جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہ الفاظ جو استعمال ہوئے ''خبیث، منحوس، لعین، شیطان،'' یہ گالیاں نہیں تھیں؟

مرزا ناصر احمد: ان کے صحیح معنوں میں یہ گالیاں نہیں تھیں[3]۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا، ٹھیک ہے۔ مرزا ناصر احمد: صحیح معنوں میں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔ مرزا ناصر احمد: اور اس کی مثالیں ہم دیں گے تب مقابلہ ہوگا۔ جناب یحییٰ بختیار: نہیں، تو ٹھیک ہے۔

آپ یہ کہتے ہیں کہ ''خبیث، منحوس، لعین، شیطان'' کا مطلب ''خبیث، منحوس، لعین، شیطان'' نہیں ہوتا؟''

---

[1] مرزا ناصر کہنا چاہتا ہے کہ گویا سابقہ انبیاء علیہم السلام گالیاں دیتے تھے۔ قارئین! یہ ہے قادیانی کفر کہ مرزا قادیانی کو بچانے کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام پر الزام دھر دیا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ قادیانی معلم الملکوت (ابلیس) کی اولاد ہیں؟

[2] تو کیا ہم مرزا قادیانی کو دجال وکذاب، ملعون کہیں تو قادیانیوں کو اس پر اعتراض نہ ہوگا یا یہ تمام قادیانی ذریۃ البغایا ہیں یا یہ کہ مرزا محمود بدکاروں کے نسل سے تھا۔ کیا قادیانی اسے گالی نہ سمجھیں گے؟

[3] منحوس! لعین، شیطان مرزا قادیانی تھا۔ ہمارے نزدیک یہ صحیح معنوں میں مرزا کے لئے گالیاں نہیں۔ کیا قادیانی حضرات اسے تسلیم کرلیں گے؟

مرزا ناصر احمد: نہیں، میں نے یہ نہیں کہا۔ میں نے کہا عربی زبان میں ان الفاظ کے اس Context میں جو معانی ہو سکتے ہیں۔وہ جو ہے، اس کو جائز ہے کہنے جو اللہ تعالیٰ سے علم پالے۔اس کے اندرون کو ایسا دیکھے۔ورنہ نہیں جائز اور پہلے انبیاء کی یہی سنت ہے، یہ طریق ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا مرزا صاحب! وہ تو......

مرزا ناصر احمد: میں آپ کو صبح پہلے یہ یاد دلا دوں گا......

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، آپ نے کہہ دیا، مرزا صاحب! میں اس پر......

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں، میں اس کو یہاں وہ ریکارڈ کروانا چاہتا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، آپ اس کو ریکارڈ کروا لیجئے۔مگر اب میرا دوسرا سوال ہے کہ میں نے کچھ سوالوں کا ذکر کیا تھا......

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ......اس میں ہے کہ: ''میرے مخالف جنگلوں کے، بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔''

مرزا ناصر احمد: ہاں، یہ وہ ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ''نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳''

مرزا ناصر احمد: یہ اس کو چیک کیا ہے۔ابھی ادھر دیتے ہیں۔یہ ''نجم الہدیٰ'' کا صفحہ ۵۳ تھا؟

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی۔

مرزا ناصر احمد: یہ نجم الہدیٰ، صفحہ ۵۳؟

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی، ہاں۔

مرزا ناصر احمد: اس میں یہ ایک مضمون ہے عربی کا۔اسکے اندر یہ نظم آئی ہے:

ان العدا صاروا خنازیر الفلا ونساء هم من دونهن الاكلب

اس شعر میں ''العداء'' سے مراد وہ معاندین ہیں جو سید المعصومین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت گندہ دہانی سے کام لیتے تھے۔آپ فرماتے ہیں:

سبوا وما ادری لای جریمة سبوا العصی الحب اونتجنب

انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں دیں۔کیا ہم اس دوست (محمدؐ) کی مخالفت کریں یا اس سے کنارہ کریں؟ اس نظم کے شروع میں آپ نے اسکے معنے کئے ہیں کہ ''حب'' سے مراد محمدؐ ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔اس کے معنی ہیں، ان دو شعروں کے کہ:

''ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اس کی محبت سے پر ہیں اور مراتب اور منازل سے ہمیں بے رغبتی اور نفرت ہے...... ہم اپنے پیار کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو...... ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہوسکتا وہ بھی ہمارے لئے منور ہوگیا ہے۔'' (اس کے طفیل)

اس کتاب میں...... یہ نظم کے معنی دیئے گئے تھے ناں...... بڑی وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ دشمن اسلام، محمدؐ کے خلاف اس قدر ایذا رسانی سے کام لے رہے ہیں، دکھ دہ باتیں کررہے ہیں، گالیاں دے رہے ہیں اور اس Text میں وہ جو آیا ہے ابھی اس میں ''یقتلوا[759] خنزیر'' اور پہلے بھی انہوں نے کہا ہے کہ ''خنزیر'' سے مراد ''دشمنان اسلام'' ہیں۔ وہ مراد ہے یہاں۔ ایک آگے...... ابھی نہیں ختم ہوا......

جناب یحیٰ بختیار: نہیں، میں اس پر وہ دوسرا حوالہ جو ہے ناں......

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں، ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی۔

جناب یحیٰ بختیار: اچھا، اسی پر آپ کہہ رہے ہیں؟

مرزا ناصر احمد: ہاں، اسی، اسی پر۔ اس کتاب میں، جیسا کہ میں نے بتایا، آپ نے فرمایا کہ بدزبان پادری اور ان کی وہ عورتیں ہیں جو گھروں میں جاکر مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے ہر قسم کا جتن کررہی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ''نجم الہدیٰ'' اسی کتاب میں: ''تو آپ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دین صلیبی اونچا ہوگیا اور پادریوں نے ہمارے دین کی نسبت کوئی دقیقہ طعن کا اٹھا نہیں رکھا اور ہمارے نبی کو گالیاں دیں اور بہتان لگائے اور دشمنی کی اور تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنے عقیدے میں کیسے سخت ہوگئے ہیں اور کیسے تعصب سے افروختہ ہیں اور اپنی باطل باتوں پر کیسے اتفاق کئے بیٹھے ہیں اور تھوڑی مدت سے ایک لاکھ کتاب انہوں نے ایسی تالیف کی ہے[1] جس میں ہمارے دین اور رسول اللہ کی نسبت بجز گالیوں اور بہتان اور تہمت کے کچھ نہیں۔

یہ ''نجم الہدیٰ'' ۶۳ صفحہ کا حوالہ ہے۔ پھر فرمایا: ''اور سیلاب کی طرح مسلمانوں کے کوچوں میں بہنے لگے اور طرح طرح کے افتراؤں سے اس شہر کے باشندوں کو دھوکے دینے لگے۔ پھر اپنی عورتیں اس غرض کے لئے شریفوں کے گھروں میں بھیجیں...... پس اسلام پر وہ مصیبتیں پڑیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں۔''

یہ نجم الہدیٰ، تو یہ سارا جو ہے، یہ کتاب جو ہے۔ یہ عیسائیوں کے متعلق ہے۔ ان کی گندہ دہانی کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ ایک تڑپ ہے دل میں کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے آکے یہاں ہمارے ملک میں اس قسم کی باتیں کرنی شروع کردی ہیں حضرت خاتم الانبیاء کے خلاف۔

جناب یحیٰ بختیار: میں کچھ عرض کرسکتا ہوں جی؟

---

[1] مبالغہ یا کذب بیانی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ عیسائیوں کی ایک لاکھ نہیں، پچاس ہزار کتابوں کے نام ہی بتادیں۔ ہے کوئی ماں کا لال قادیانی جو اپنے گرو کے دامن سے اس سیاہ جھوٹ کے دھبے کو صاف کرے۔

مرزا ناصر احمد: جی۔ جناب یحییٰ بختیار: یہ ''نجم الہدیٰ'' میں صفحہ ۱۸، پھر صفحہ ۲۰......

مرزا ناصر احمد: (اپنے وفد کے ایک رکن سے) کہاں ہے ''نجم الہدیٰ؟''

جناب یحییٰ بختیار: آپ نے یہ فرمایا کہ یہ کتاب جو ہے، انہوں نے جو عیسائی ہیں، انہوں نے جو حملے کئے، ان کے جواب میں یہ باتیں کہیں۔ یہاں وہ لکھتے ہیں:

''اور میں نے اس رسالہ کو حجت کے پوری کرنے کے لئے تالیف کیا ہے اور اس امت کے غافلوں کی ہمدردی کے لئے میں نے جلدی سے یہ کام کیا اور میں خادموں کی طرح اس کام کے لئے اسلامی جماعت کے کمزوروں کے لئے کھڑا ہوا کیونکہ میری دعوت کے قبول کرنے میں ان کے زن و مرد کی بھلائی ہے اگرچہ اپنی عبادت اور زہد کے ساتھ رابعہ وقت ہوں۔'' (نجم الہدیٰ ص ۱۸، خزائن ج ۱۴ ص ایضاً)

پھر آگے وہ فرماتے ہیں: ''اور یہ میرا رسالہ میری قوم سے خاص ہے جنہوں نے میری دعوت سے انکار کیا اور یہ کہا کہ یہ ایک کذاب......'' (نجم الہدیٰ ص ۲۰، خزائن ج ۱۴ ص ایضاً)

مرزا ناصر احمد: یہ ۱۹ کا ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: ۱۹ نہیں، پہلے ۱۸ پھر صفحہ ۲۰ سے۔ مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: میں نے ۱۸ سے ایک *Page* پڑھا، *page 18*۔

Now i am reading from page 20.

''اور یہ میرا رسالہ میری قوم سے خاص ہے......''

صفحہ ۲۰، جو عربی ترجمہ ہے اس کا: ''جنہوں نے میری دعوت سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ایک کذاب کا جھوٹ ہے اور میری بات کو دروغ سمجھا اور گمان کیا کہ یہ ایک بہتان ہے اور بدظنی سے میری ہتک عزت کی۔ پس میرے غم واندوہ نے جو کمال تک پہنچا ہوا ہے۔ نصیحت اور غم خواری کی طرف مجھے تحریک کی اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی نیتوں کو جانتا ہے اور ان کے پوشیدہ بھیدوں پر اطلاع رکھتا ہے اور وہ تمام دنیا کے حالات سے آگاہ ہے اور میں اس رسالہ میں اس بات کی طرف کچھ حاجت نہیں پاتا کہ مذہب اسلام کی حقیقت کے دلائل لکھوں یا......'' (نجم الہدیٰ ص ۲۰، خزائن ج ۱۴ ص ایضاً)

وہ آگے پھر لکھتے ہیں اس پر...... تو اسے آپ نے جو کہا ہے ناں، ''عیسائیوں کے لئے'' اور میرا یہ خیال ہے کہ یہ خاص طور......''

مرزا ناصر احمد: نہیں، بات سنیں، آپ نے جو سوال ہے وہ مجھے بتادیں تاکہ جواب دے دوں اس کا۔

جناب یحییٰ بختیار: پہلا سوال یا ابھی جو...... مرزا ناصر احمد: نہیں ابھی جو، ابھی جو......

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

اپنے شوہر کو گناہ بچایئے!

ایک انتہائی لطیف نکتہ جس کی طرف عام طور پر ہماری مسلمان بہنوں کی توجہ اس درجہ کی نہیں ہو پاتی جس درجہ کی ہونی چاہیے، وہ یہ کہ اپنے شوہر کو اپنے وجود اور اپنی زینت سے اپنی طرف مائل کرنے میں ان کی پیش رفت صفر یا بالکل نہ ہونے کے برابر رہتی ہے، جس کا نقصان پھر یہی عورتیں اٹھاتی ہیں، یہ مسلمان عورتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شوہروں کا لباس اور ان کے شوہروں کو ان کا لباس کہا ہے وہ کس وجہ سے اس پر غور نہیں کرتیں۔

لباس کا ایک اہم مقصد تو ستر پوشی ہے، ایک دوسرا اہم مقصد زینت ہے، تو جیسے لباس انسان کو ڈھانک لیتا ہے، یہ عورتیں بھی خود کو اپنے شوہروں کے لیے مزین کر کے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا کے ان کا لباس بن کر ان کو اپنی محبت والی آغوش میں لے کر شوہروں کے جائز ارمان اور تمنائیں اپنے اندر سمو لیتی ہیں اور جیسے لباس اور پہناوے کے اندر چھپا ہے، اور لوگوں کے سامنے ڈھکا ہوا رہتا ہے، اس طرح دنیا والوں کے سامنے شوہر کی عفت اور عصمت محفوظ رہتی ہے اور بیوی سے وہ (جائز طریقے پر) خوب کھلتا ہے۔ تو جب بیوی ہی اس مقصد کے پورا ہونے میں ذریعہ نہ بنے اور گھر میں شوہر کے سامنے ایسی میلی کچیلی رہے کہ شوہر کا اس کی طرف دل نہ جائے اور وہ پھر اپنی نگاہیں جگہ جگہ بھٹکائے اور خدا نہ کرے نگاہوں کی زہریلی تیر کا اثر پھر کیا کیا رنگ دکھلائے.........تو کیا اس سارے دکھ کا مداوا یہ نہیں کہ بیویاں ہی اچھی حالت میں رہیں کہ شوہر کی نگاہ کا مرکز ومحور ہی بن جائیں؟ پھر بیوٹی پارلر مصنوعی دنیا سے بناوٹی حسن کی جھوٹی چمک اور اس کی اندھیری شعائیں (جن کی نحوست سے دل بھی اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں) پھرنے والیوں کی طرف آپ کے شوہر کی نگاہ اور قلبی توجہ جائے گی ہی نہیں۔ تو مسلمان بہنوں سے گزارش یہی ہے کہ آپ اپنی ذات، رویہ، اپنا وجود، اپنا لباس اور جائز بناؤ سنگھار ایسا مناسب رکھیں کہ شوہر کی نگاہ ودل کی دنیا میں آپ بھی راج کریں، ورنہ بغیر اس کے اپنے سے نفرت دلا کر آپ خود سے دوری کی بیج بو رہی ہیں، یہ دانشمندی نہیں۔

یاد رکھئے! آپ کی تھوڑی سی شائستگی، توجہ اور زینت شوہر کو بڑے بڑے گناہوں سے بچا سکتی ہے،

آپ کی طرف شوہر کو مائل کر دے گی، آپ کی بڑی بڑی پریشانیاں دور کر دے گی۔

بہت سی عورتوں کی طرف سے یہ شکایت آتی ہے کہ میرے شوہر مجھ سے محبت نہیں کرتے، میری طرف توجہ نہیں دیتے، میری کوئی مانتے نہیں...... ساس نند کی پڑھائی ہوئی پٹی پر حرف بحرف یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو سادگی کے ساتھ جو بھی گھر میں مقدر ہو، بناؤ سنگھار کے ساتھ رکھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جیسی بھی آپ کو شخصیت عطا فرمائی ہے، اسی پر شکر کرتے ہوئے جائز بناؤ، سنگھار کے ساتھ آپ شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ شوہر کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے لگیں گی اور آپ جب شوہر کی محبوبہ بن جائیں گی تو آپ کی ساری شکایات، ساری پریشانیاں خود بخود دور ہو جائیں گی، پھر آپ کی بات بھی مانیں گے، آپ کے عیوب پر بھی پردہ ڈال دیں گے، آپ کے خلاف کسی کی کوئی بات سنیں گے بھی نہیں۔

اس لیے اب آپ ان کی محبوبہ ہیں، اب دنیا کی خوبصورت سے خوبصورت عورت بھی ان کی نگاہوں کو دھوکہ نہیں دے سکتی ورنہ...... یاد رکھیے! اگر دفتر میں یا سکول یا کمپنی میں کوئی عورت محبت سے صرف یہ پوچھ لیتی ہے، سر! آج آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں کیا بات ہے؟

محبتِ بھرا یہ سوال اس شادی شدہ مرد کے دل کو موم کرنے کے لیے اور اس کو بہلانے کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور شوہر کو گناہوں میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، یا اسٹاپ پر کھڑی کوئی مصنوعی خوبصورتی کا لباس پہنے ہوئے کسی سواری کے انتظار میں کھڑے کھڑے ایسا سوار ڈھونڈ لیتی ہے جو ہمیشہ اس کو لے جائے اور لے آئے اور پھر یہ جھوٹی بناوٹ اور جھوٹی محبت والی چند دنوں کے بعد یا کچھ عرصہ کے بعد جب اس کے رویے میں تبدیلی آتی ہے اور روز روز کی بے جا فرمائش اور بات بات پر جھگڑے ہونے کی وجہ سے مرد یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ خواہ مخواہ میں نے دوسری شادی کر لی یا نعوذ باللہ گناہ کی زندگی میں مبتلا ہو گیا......

ہم یہ بات بہت ہی یقین کے ساتھ اور ہزاروں لوگوں کے تجربے کے بعد کہتے ہیں کہ بیوی کا گھر میں صاف ستھرا نہ رہنا، اپنے آپ کو شوہر کے لیے نہ سجانا، اپنے آپ کو شوہر کی نگاہ میں خوبصورت نہ بنانا، اس کو خوبصورت اداؤں سے اپنی طرف مائل نہ کرنا، دونوں میاں بیوی کو بہت ہی زیادہ پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے؛ لہٰذا آپ اس کا تجربہ کر کے دیکھیں اور کوشش کریں کہ شوہر جب بھی آپ کو دیکھیں، آپ ان کو دلہن ہی معلوم ہوں، اس سے آپ کی بہت سی پریشانیاں، بہت سی جائز شکایتیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور سارے مسلمان بہنوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

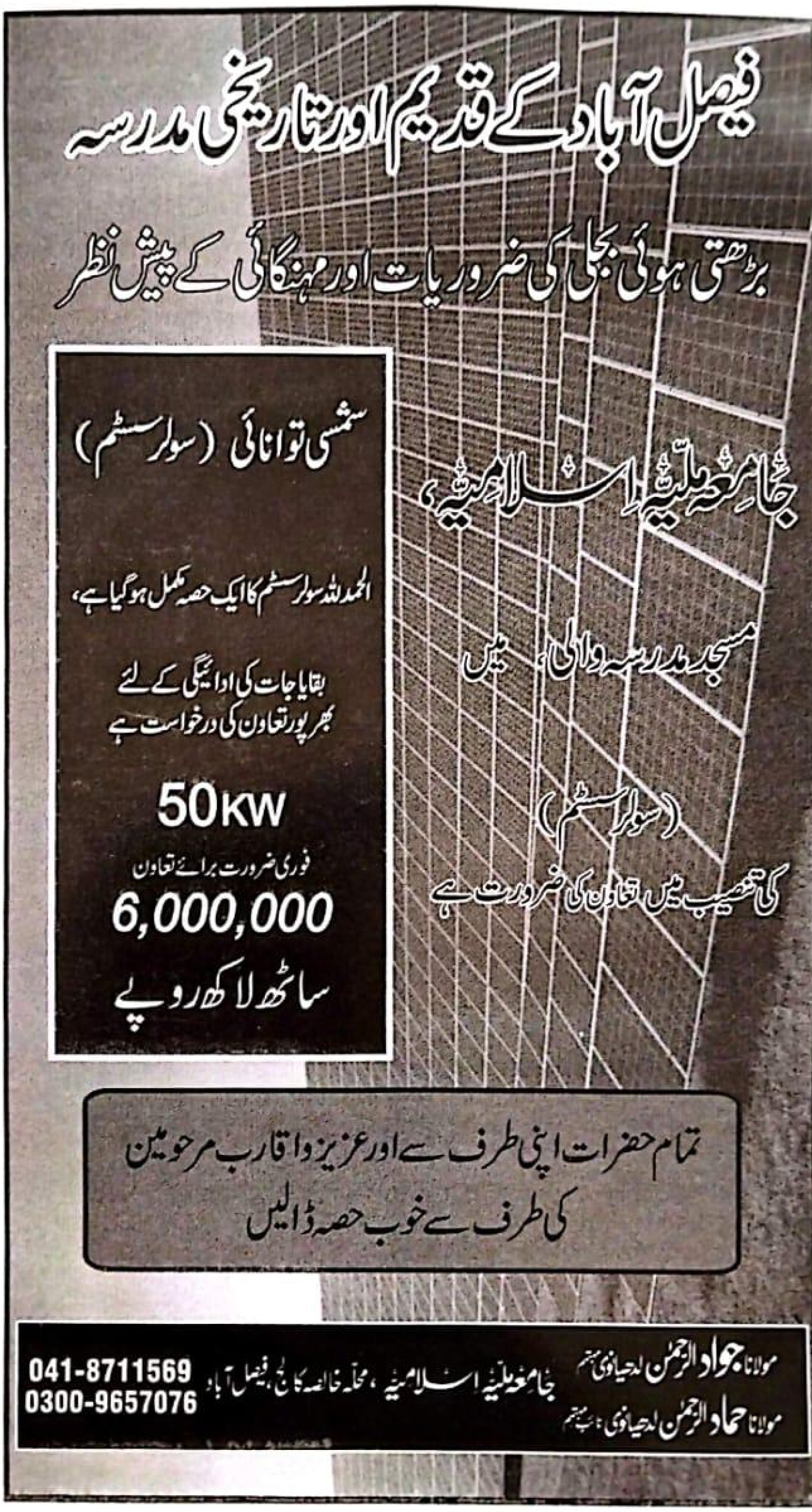
فیصل آباد کے قدیم اور تاریخی مدرسہ
بڑھتی ہوئی بجلی کی ضروریات اور مہنگائی کے پیشِ نظر
جامعہ ملیہ اسلامیہ
مسجد مدرسہ والی میں
(سولر سسٹم)
کی تنصیب میں تعاون کی ضرورت ہے
شمسی توانائی (سولر سسٹم)
الحمدللہ سولر سسٹم کا ایک حصہ مکمل ہوگیا ہے،
بقایا جات کی ادائیگی کے لئے
بھرپور تعاون کی درخواست ہے
50KW
فوری ضرورت برائے تعاون
6,000,000
ساٹھ لاکھ روپے
تمام حضرات اپنی طرف سے اور عزیز و اقارب مرحومین
کی طرف سے خوب حصہ ڈالیں
مولانا جواد الرحمٰن لدھیانوی مہتمم
مولانا حماد الرحمٰن لدھیانوی نائب مہتمم
جامعہ ملیہ اسلامیہ، محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد
041-8711569
0300-9657076

Monthly
Magazine
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

علوم دینیہ پڑھنے والے مسافر طلبا و طالبات
کی خدمت آپ کا دینی و قومی فریضہ ہے

اپنے اور اپنے مرحومین کے لیے ذخیرہ آخرت بنانے کا بہترین سنہری موقع

زکوٰۃ | صدقات | صدقاتِ واجبہ | عُشر | عطیہ

کے ذریعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مالی تعاون کے لئے پہلے سے زیادہ
فکر فرمائیں اور دیگر احباب کو بھی اس طرف متوجہ فرمائیں اور جامعہ
کے مسافر اور مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کریں

برائے رابطہ:
جامعہ ملیہ اسلامیہ فیصل آباد
محلہ خالصہ کالج، P.O مدینہ ٹاؤن،
041-8711569 0300-9657076
www.milliafsd.com